# ادبی مکتوب نگاری کی تحقیق: ایک مایوس کن صورت حال

ڈاکٹر سکندر حیات میکن
اسسٹنٹ پروفیسر اُردو
گورنمنٹ کالج شاہ پور صدر، سر گودھا

# RESEARCH ON LITERARY LETTERS
## A TALE OF INADEQUACY

Sikandar Hayat Makan, PhD
Assistant Professor of Urdu
Govt. College Shahpur Sadr, Sargodha

## Abstract

Literary letters are considered to be an important document in Urdu literature. They unfold the hidden aspects of a literary personality. Research on Urdu letters along compilation and editing started with the publication of Mirza Ghalib’s letters. Special attention has been paid to editing of letters but unluckily, research done on the subject is not up to the mark. The tradition of letter-writing in Urdu is very rich but research work on printed letters is inadequate. The article is a review of research work on letters in Urdu literature.

**Keywords:**
مکتوب نگاری، فرہنگ عامرہ، علامہ محمد اقبال، اکبر الہ آبادی، محمد علی جوہر

خطوط انسانی زندگی کے مخفی گوشوں کو روشن کرتے ہیں۔ خطوط شخصیات کی تفہیم میں بنیادی ماخذ کا درجہ رکھتے ہیں۔ خطوط کے ذریعے مکتوب اور مکتوب الیہ کے زاویہ نظر کا پتا چلتا ہے اور پھر یہی خطوط نادر دستاویزات کا پیش خیمہ بنتے ہیں۔ کیوں کہ نجی امور میں کھل کر باتیں ہوتی ہیں اس لیے خطوط شخصیات کی مختلف پرتوں کو متعارف کرواتے ہیں۔ خط دلی جذبات کا وہ آئنہ ہوتا ہے جس میں مکتوب اور مکتوب الیہ کے راز و نیاز کی باتوں کا عکس روشن نظر آتا ہے۔اس ذاتی سی تحریر نے اپنے اندر لطافت اور نفاست کو بھی سمویا ہوا ہے۔ خطوط نگاری ایک بحر بیکراں ہے لیکن یہ شخصی نوعیت تک محدود ہونے کے ساتھ ساتھ آفاقی بھی ہے۔ خطوط نگاری راز دانی کا ایک قبرستان بھی ہے لیکن یہی خطوط نگاری آشکاری صورت میں ایک ایسے اخبار کے مانند ہے جو عوام کی نظر سے ضرور گزرتا ہے۔ادبی و علمی حوالے سے دیکھا جائے تو ادبی و علمی خطوط قارئین کی امانت ہوتے ہیں۔ بہت سے مشاہیر ادب کے پاس خطوط کے بیش بہا خزانے موجود ہیں لیکن وہ انھیں ذاتی ملکیت تصور کرتے ہوئے منظر عام پر نہیں لاتے۔ یہ علمی و ادبی رویہ ہر گز نہیں ہے۔ خطوط منظر عام پر آ جائیں تو مکتوب نگار اور مکتوب الیہ دونوں کی قدر میں اضافہ ہی کرتے ہیں اور علمی و ادبی لحاظ سے نئے نئے در وا ہوتے ہیں۔ خط عربی زبان کا لفظ ہے۔ فرہنگ عامرہ میں خط کے معنی چٹھی، نامہ اور طرز تحریر ہیں۔(۱) جب کہ علمی اردو لغت میں لکیر، نشان، نامہ، مکتوب درج ہیں۔(۲) فرہنگ آصفیہ میں نوشتہ، لکھت، تحریر کے ہیں۔(۳)

مجازی طور پر خط سے مراد وہ تحریر لی جاتی ہے جو ایک شخص کسی دوسرے شخص کو اس لیے بھیجتا ہے کہ وہ اس سے باتیں کرنا چاہتا ہے۔ مگر اس کے وہاں موجود نہ ہونے کی صورت میں وہ اپنی باتیں لکھ کر اسے بھیج دیتا ہے۔ یعنی احساسات اور جذبات کو لفظی روپ دے کر کسی دوسرے تک پہنچانے کا عمل خط نگاری کہلاتا ہے۔ خط، نامہ، مکتوب، مراسلہ، اور چٹھی اس تحریر کے مختلف نام ہیں، اور اس عمل کو ہی خط نگاری، خطوط نویسی، مکتوب نگاری، خط کتابت یا مراسلت کہا جاتا ہے۔ مکتوب نگار اور مکتوب الیہ کے حوالے سے ''نقوش'' کے مدیر محمد طفیل لکھتے ہیں:

> ''خط کا فن ایک شخصی فن ہونے کے علاوہ شخصیتوں کا فن بھی بن جاتا ہے۔ آسان ترین فن... یہ نازک ترین فن بھی ہے۔ اس میں فنی نزاکتوں کی نمود کچھ اس طرح کی مشکل شے ہے، جیسے کوئی شے عدم سے وجود حاصل کرتی ہے... غرض یہ کہ خط نگاری اصلاً فن لطیف بل کہ لطیف ترین فن ہے۔''(۴)

اُردو میں خط نگاری کی ابتدا انیسویں صدی میں ہوئی۔ جس طرح اُردو کے شاعروں اور ادیبوں نے مختلف اصناف میں فارسی زبان و ادب کا تتبع کیا، اسی طرح خط نگاری میں بھی فارسی مکتوب نویسی کی تقلید کی۔ چوں کہ فارسی خطوط کے مجموعوں میں زیادہ تر سرکاری رقعات شامل تھے اس لیے ان میں وہ تمام خامیاں موجود تھیں جو عموماً سرکاری رقعات میں ہوتی تھیں۔

اُردو خط نگاری کا آغاز مرزا غالب (۱۸۶۹ء) سے پہلے ہو چکا تھا۔ اُردو میں پہلا معلومہ خط ۳۱ جنوری ۱۸۱۰ء کو لکھا گیا(۵) گویا اُردو خط نگاری کی ابتدا غالب سے پہلے ہو چکی تھی۔ مالک رام اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> ''بیش تر لوگوں کا خیال ہے کہ اُردو میں خط نویسی کی ابتدا غالب سے ہوئی۔ یہ درست نہیں۔ غالب سے پہلے فسانہ عجائب والے رجب علی بیگ سرور نے خطوط لکھے اور شائع کیے اور یوں اکاڈکا کئی اور اصحاب کے بھی ملتے ہیں۔''(۶)

خطوط کو زندگی میں اتنی اہمیت حاصل ہے کہ کوئی شخص بھی ان سے پہلو تہی نہیں کر سکتا۔(۷) خطوط نگاری خود ارتقائی صنف نہیں ہے بل کہ غالب کے خطوط کے ساتھ یک دم تخلیقی نثر اور خطوط نگاری کی حدود مل گئی ہیں۔ غالب کا امتیاز یہ ہے کہ انھوں نے اس صنف کو عروج تک پہنچایا ہے۔ غالب کے خطوط کی اشاعت سے اُردو ادب میں خطوط کی بھرمار شروع ہو گئی۔ غالب کے بعد اور ۱۹۴۷ء کے بعد خطوط کی تدوین و ترتیب پر بھی خاصا کام ہوا۔ غالب کے بعد جن ادیبوں نے خطوط نگاری کی طرف زیادہ توجہ دی ان میں سرسید احمد خان، مولانا محمد حسین آزاد، نذیر احمد، شبلی نعمانی، عبدالحلیم شرر، مولانا محمد علی جوہر، پریم چند، حسرت موہانی، اکبر الہ آبادی، مرزا داغ، علامہ اقبال، سید سلیمان ندوی، ابوالکلام آزاد، عبدالماجد دریابادی، مولوی عبدالحق، کرشن چندر، سجاد ظہیر، رشید احمد صدیقی، پطرس بخاری، جگر مراد آبادی، اصغر گونڈوی، نیاز فتح پوری، غلام رسول مہر، فیض احمد فیض، احمد ندیم قاسمی، وزیر آغا، انور سدید، مشفق خواجہ اور ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کے نام اہم ہیں۔

اُردو میں خطوط کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ خطوں کی ترتیب وتدوین کا کام بھی خاصا ہوا ہے لیکن آزادی کے بعد اُردو خطوط نگاری کے حوالے سے جو تحقیقی کاوشیں ہوئیں وہ خطوں کی کمیت کے مقابلے میں بہت کم ہیں۔ خطوط نگاری کی تحقیق کے حوالے سے جو اہم تحقیقی کام ہوا اس کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

''اُردو خطوط''، شمس الرحمن کی یہ کتاب کتابی دنیا لمیٹڈ دہلی سے جولائی ۱۹۴۷ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔ آزادی کے بعد اُردو خطوط کے حوالے سے کی گئی تحقیقی کاوشوں میں سب سے پہلی کاوش شمس الرحمن کی ہے۔ شمس الرحمن نے نام ور ادیبوں کے خطوط کو پیش نظر رکھ کر مکتوب نگاری کے بنیادی اصولوں کا تنقیدی و تحقیقی مطالعہ کیا ہے۔ انھوں نے مکتوب نگاری کے خاکے کو بڑے اختصار سے پیش کیا ہے۔ کتاب کے دیباچے میں سید عابد حسین لکھتے ہیں:

> ''بہت سے مقامات پر یہ محسوس ہوتا ہے کہ شمس الرحمن صاحب نے جن چیزوں کی طرف اشارہ کر کے چھوڑ دیا ہے انھیں تفصیل سے بیان کرتے تو اچھا تھا۔ خدا کرے انھیں اس کا موقع ملے کہ اُردو مکتوب نگاری کے اس مجمل خاکے میں تفصیل کا رنگ بھر کر ایک مکمل خاکہ تیار کر سکیں۔''(۸)

شمس الرحمن نے کتاب کی ابتدا میں خطوط کی ادبی حیثیت کے حوالے سے اپنی تنقیدی آرا پیش کی ہیں۔ انھوں نے خطوط کی اہمیت کو یوں بیان کیا ہے:

> ''خطوط میں جس آزادی کے ساتھ تنقید کی جا سکتی ہے، وہ کسی مستقل تصنیف یا مضمون کے ذریعے ممکن نہیں۔ اس بنا پر بے لاگ تنقیدیں عموماً خطوں ہی میں نظر آتی ہے۔ خطوں کی یہ خصوصیت بھی انھیں ادب کی دوسری صنفوں سے ممتاز کرتی ہیں۔''(۹)

شمس الرحمن نے بڑے تحقیقی انداز میں مرزا غالب کے فارسی خط کتابت کے قواعد سے مکتوب نگاری کے اصول وضع کیے ہیں۔ ان قواعد کے حوالے سے جس تحقیقی بات کو شمس الرحمن نے واضح کیا ہے وہ یوں ہے:

> ''غالب جو اُردو خطوط نویسی کے باوا آدم ہیں، انھوں نے اُردو میں خط لکھنا شروع کرنے سے تیس سال قبل ۱۸۲۵ء کے لگ بھگ ایک صاحب کی فرمائش پر فارسی خط وکتابت کے قواعد قلم بند کیے تھے۔ اگرچہ انھوں نے یہ باتیں فارسی خط وکتابت کے سلسلے میں بتائی ہیں لیکن کسی دوسری زبان کے خطوں میں دل کش اور دل پسند اسلوب بیان پیدا کرنے کے لیے بھی ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔''(۱۰)

شمس الرحمن نے غالب کے وضع کردہ قواعد میں سے مکتوب نگاری کے آٹھ اصول وضع کیے ہیں۔ ان اصولوں میں بنیادی مرکز یہی ہے کہ اسلوب سادہ ہو۔ شمس الرحمن نے اُردو خطوط کی تاریخ کا

پس منظر عربی اور فارسی خطوط کی روایت میں تلاش کیا ہے۔ مسلمانوں کی اس ضمن میں خدمات کا جائزہ کچھ یوں پیش کیا ہے:

> ''زمانہ نبوت ہی میں خطوں کی نگہداشت کا کام شروع ہو گیا تھا۔ دوسرے ممالک کو دعوت اسلام کے جو خط بھیجے جاتے، انھیں انشاپردازی میں مہارت رکھنے والے اصحاب تحریر کرتے اور وہی ان کی حفاظت کا کام بھی انجام دیتے تھے۔ حضرت عمر نے بڑھتی ہوئی ضرورت کا احساس کر کے ایک مستقل محکمہ انشا کی بناڈالی۔''(۱۱)

اُردو خطوط نویسی میں بھی عربی و فارسی خطوط نے اپنے گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔ شمس الرحمن نے غالب سے پہلے اُردو خطوط نویسی کے رنگ کو بیان کیا ہے۔ مشکل پسندی جو فارسی کا طرہ امتیاز تھا، اُردو مکتوب نگاری کا جزو بنی۔ (۱۲) مقفی و مسّجع عبارتوں کی بہتات اور تشبیہوں اور استعاروں کی بھرمار تھی۔

خطوط نگاری کے ان مباحث کے بعد شمس الرحمن نے گیارہ نام ور مکتوب نگاروں کا ان کے خطوں کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ کیا ہے۔ ان مکتوب نگاروں میں غالب، سرسید، شبلی، حالی، محمد حسین آزاد، نذیر احمد، اقبال، ابو الکلام آزاد، عبد الرحمن بجنوری، مہدی حسن افادی اور نیاز فتح پوری شامل ہیں۔ شمس الرحمن نے ان نام ور مکتوب نگاروں کی مکتوب نگاری کا جائزہ ان کے خطوط کی روشنی میں لیا ہے۔ مکتوب سے کاتب کی شخصیت کا پتا چلانے کے بھی سعی کی ہے مگر اختصار سے کام لیا ہے۔ غالب کے خطوط میں نہ صرف غالب کی شخصیت بل کہ ظرافت اور دیگر موضوعات کو بھی جگہ ملی ہے۔ شمس الرحمن اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> ''غالب کے خطوط میں زندگی کے تقریباً ہر موضوع پر بحث کی گئی ہے۔ گھریلو زندگی کے چھوٹے چھوٹے واقعات سے لے کر اجتماعی زندگی کے بعض اہم پہلوؤں تک ہر بات پر کبھی سنجیدگی اور کبھی ظرافت کی جس قدر دل چسپ بحثیں ہمیں غالب کے خطوں میں ملتی ہیں، اس کی مثال کسی دوسرے کے یہاں نہیں ملتی۔ ان خطوں سے ہمیں غالب کو سمجھنے ہی میں مدد نہیں ملتی بل کہ وہ بجائے خود ادب کی عمدہ مثال ہیں، اُردو نثر پر ان کا اتنا گہرا اثر ہے جسے اُردو ادب کی تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔''(۱۳)

''اُردو خطوط'' میں شمس الرحمن نے مختلف مثالوں کے ذریعے ہر مکتوب نگار کا تجزیہ بڑے سادہ اور عام فہم انداز میں کیا ہے۔ جہاں ایک طرف چند مشہور ادیبوں کی مکتوب نگاری کو متعارف کروایا ہے، وہاں پر ان کی شخصیت کے مخفی گوشوں کو بھی سامنے لایا گیا ہے۔ چند اہم زاویوں پر جو خطوط ہی کی

بہ دولت زیادہ واضح ہوتے ہیں، روشنی ڈالنے کی مختصراً سعی کی ہے۔ مکتوب نگاری اور مکتوب نگاروں کے مقام و مرتبے کا تعین بھی زمانی اعتبار سے کیا ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مولانا آزاد کے خط، خطوں کے مجموعہ میں ایک ممتاز جگہ کے مالک ہیں۔ ان میں کہیں ادب و لطافت کی گل کاریاں ہیں، کہیں بذلہ سنجی اور ظرافت کی شوخیاں ان کے ہر صفحہ پر آزاد کی انفرادیت رقص کرتی ہے۔ یہ خطوط انانیتی ادب کا مثالی نمونہ ہیں۔''(۱۴)

''اُردو خطوط'' شمس الرحمن کی یہ کاوش آزادی کے بعد اُردو خطوط پر ہونے والا پہلا تحقیقی و تنقیدی نوعیت کا کام ہے گو اس میں تنقیدی پہلو زیادہ ہے لیکن خطوط نگاری کے ضمن میں یہ کاوش اولیت کا درجہ رکھتی ہے۔

''وزیر آغا کے خطوط انور سدید کے نام'' مرتب انور سدید، یہ کتاب پہلی بار مارچ ۱۹۸۵ء میں مکتبہ فکر و خیال لاہور سے شائع ہوئی۔ اس کتاب کی ابتدا میں انور سدید نے خطوط نگاری کے حوالے سے ایک ضخیم مقدمہ ''اُردو ادب میں خطوط نگاری'' کے عنوان سے قلم بند کیا ہے جسے اُردو مکتوب نگاری کی تحقیق میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر انور سدید نے اس مقدمے میں اُردو خطوط نگاری کی اہمیت، فن اور مباحث کے ساتھ ساتھ تحقیقی حوالوں سے بھی اُردو مکتوب نگاری پر روشنی ڈالی ہے۔ انور سدید نے ایک محقق کا ذہن پایا ہے۔ خط نگاری کی ابتدا کے بارے میں لکھتے ہیں:

''انگریزی زبان و ادب میں باقاعدہ خط نگاری کی ابتدا پندرھویں صدی عیسوی میں تسلیم کی جاتی ہے لیکن اسے لطیف اور سبک بنانے میں ایک غیر معمولی شاعر ولیم کوپر نے زیادہ حصہ لیا۔ زندگی نے ولیم کوپر پر اپنا التفات فرواں نچھاور نہیں کیا تھا۔ اس نے متعدد بار خودکشی کی کوشش کی، لیکن زندگی نے ہر مرتبہ اسے موت کے کنوئیں سے کھینچ لیا۔ آتش دان کے پاس بیٹھ کر کتاب پڑھنا، باغ کی روشوں پر ٹہلنا، پھولوں سے باتیں کرنا اور دوستوں کو خط لکھنا اس کے محبوب مشغلے تھے۔''(۱۵)

انور سدید نے انگریزی ادب کی مکتوب نگاری کی پوری روایت کو بھی بیان کیا اور چند اہم مکتوب نگاروں کے حوالے سے معلومات بھی فراہم کی ہیں جو مکتوب نگاری کی تحقیق میں ایک اچھا اضافہ ہے۔ انور سدید نے مغربی خطوط نگاری کا تجزیہ تحقیقی انداز میں پیش کیا ہے۔ اُردو خطوط نگاری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''اُردو خطوط نگاری پر نظر ڈالی جائے تو اسد اللہ خان غالب ہمیں ایک مینارہ نور کی صورت میں دکھائی دیتا ہے۔ بلا شبہ غالب سے قبل خطوط کا ایک قابل قدر ذخیرہ دست یاب ہے لیکن یہ خطوط فارسی زبان وادب کے بوجھ تلے کراہتے ہوئے نظر آتے ہیں۔۔۔ چناں چہ غالب کو اُردو ادب کا وہ پہلا دانش ور قرار دیا جا سکتا ہے جس نے خطوط کو مکالمہ بنادیا اور مکتوب الیہ کو تیسرے شخص سے بہتر سامع تصور کیا۔''(۱۶)

غالب کے بعد انور سدید نے نام ور مکتوب نگاروں کا تذکرہ کیا ہے جن میں رجب علی بیگ سرور، اور سرسید کے رفقا کو اُردو مکتوب نگاری کی روایت میں ایک خاص اور اہم مقام دیا ہے۔ انور سدید ساتھ ساتھ مکتوب نگاری کے خصائص پر بھی اپنی رائے دیتے ہیں مثلاً:

''خطوط نگاری ایک بے ساختہ عمل ہے جسے ہر انسان آسانی سے اختیار کرتا اور ابلاغ کے جملہ مفادات سمیٹنے کی کوشش کرتا ہے۔ بہت سے شعرا جنھیں نثر نگاری میں مقامِ امتیاز حاصل نہیں، جب وہ خطوط نگاری کا فریضہ ادا کرتے ہیں تو ان کے خطوط میں لاشعوری طور پر ان کی شخصیت اور سیرت کے بعض اشارے بھی جگہ حاصل کر لیتے ہیں۔''(۱۷)

انور سدید نے شعرا کے خطوط بالخصوص اکبر الہ آبادی، اقبال، نیاز فتح پوری، ابوالکلام آزاد، محمد علی جوہر، مولانا عبد الماجد دریابادی، خواجہ حسن نظامی، مولانا ابوالاعلی مودودی، جگر مراد آبادی، یاس یگانہ چنگیزی، محمد علی ردولوی، ڈاکٹر محمد دین تاثیر کی خطوط نگاری کا مختصراً تذکرہ کیا ہے اور ادب میں ان کی اہمیت کے حوالے سے بحث کی ہے۔

جدید ادبا کے خطوط کے حوالے سے بھی انور سدید نے تحقیقی نقطۂ نظر سے نگاہ ڈالی ہے اور ان کے بارے میں بھی مفید معلومات فراہم کی ہیں۔ جوش ملیح آبادی کی خط نگاری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''جوش ملیح آبادی کے خطوط اس طغیانی جذبات سے متعارف کراتے ہیں جس سے یہ شاعرِ اعظم عمر بھر نبرد آزما رہا۔ جوش کے خطوط میں بے باکی بھی ہے اور صاف گوئی بھی۔ وہ نامساعد حالات میں اکثر بلبلا اٹھتے ہیں اور آدمی کو حیوان ہی نہیں، کمینہ اور درندہ کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔''(۱۸)

انور سدید کا یہ مقدمہ اُردو مکتوب نگاری کی تحقیق کے حوالے سے اہم ہے کہ انھوں نے اُردو مکتوب نگاری کی روایت کے ساتھ ساتھ ادبا و شعرا کے خطوط کا مختصراً تجزیہ بھی کیا ہے اور خطوط نگاری کی

روایت میں ان کا مقام و مرتبہ بھی متعین کیا ہے۔آخر میں انور سدید مکتوب نگاری کے حوالے سے یوں لکھتے ہیں:

''مکاتیب علم و ادب کے چھوٹے چھوٹے جواہر پارے ہوتے ہیں، جنھیں پڑھتے وقت دماغ پر بوجھ نہیں پڑتا۔استفادہ بہتر ہوتا ہے اور زحمت کم تر۔ چناں چہ مرورِ ایام کے ساتھ ان خطوط کی نہ صرف قدر و قیمت بڑھتی جاتی ہے بل کہ جیسے جیسے زمانہ شخصیت کے کمالِ فن کا اعتراف کرتا ہے، ویسے ویسے ان خطوط کا حلقہ قرأت بھی بڑھتا جاتا ہے اور پھر وہ وقت بھی آجاتا ہے کہ شخصیت کے داخل میں جھانکنے کے لیے انھیں خطوط سے معاونت حاصل کی جاتی ہے۔''(۱۹)

آزادی کے بعد اُردو خطوط پر کی جانے والی اہم تحقیقی کاوشوں میں انور سدید کی یہ کاوش خطوط نگاری کی اہمیت و افادیت کے ساتھ ساتھ اُردو خطوط نگاری کے اصولوں کی توضیح بھی کرتی ہے۔ اُردو خطوط کی تحقیقی روایت کو آگے بڑھانے میں انور سدید کی یہ کاوش ایک حوالے کا درجہ رکھتی ہے۔

''مکتوب نگاری''ڈاکٹر مسکین حجازی کی یہ کتاب پہلی بار ۱۹۸۹ء میں مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد سے شائع ہوئی۔یہ کتاب ۱۲۲ صفحات پر مشتمل ہے لیکن اُردو میں مکتوب نگاری کے فن اور مباحث پر لکھی گئی یہ پہلی کتاب ہے جس میں مکتوب نگاری کے اصولوں اور اقسام پر بھی بحث کی ہے۔ڈاکٹر مسکین حجازی نے اس مختصر سی کتاب میں اخبارات و جرائد کے نام لکھے گئے مکاتیب اور مدیران کے نام خطوط نگاری کے حوالے سے بھی روشنی ڈالی ہے۔

ڈاکٹر مسکین حجازی نے مکتوب نگاری کے لیے بارہ رہنما اصول پیش کیے ہیں جن میں سے چند اہم مندرجہ ذیل ہیں:

- مکتوب ہر صورت میں صفحے کی ایک جانب لکھے
- مکتوب نگار کو چاہیے کہ خط مختصر لکھے
- افراد اور اداروں کے بارے میں شکایت کرتے وقت احتیاط کی جائے
- اختلافی امور پر رائے زنی کرتے وقت مستند حوالے دیں
- خط لکھنے کے بعد اس پر تنقیدی نظر ڈالیں۔(۲۰)

مدیر مکاتیب کے لیے بھی رہنما اصول پیش کیے ہیں اور مکاتیب کی اقسام بھی بیان کی ہیں۔

ڈاکٹر مسکین حجازی کے پیشِ نظر ادبی مکاتیب نہیں ہیں بل کہ انھوں نے مکتوب نگاری کا جائزہ صحافتی سطح پر لینے کی کوشش کی ہے۔ڈاکٹر مسکین حجازی نے مکاتیب کی مندرجہ ذیل اقسام بیان کی ہیں:۔

- ایسے مکتوب جو انفرادی مسائل یا مشکلات بیان کرتے ہیں
- ایسے مکتوب جن میں علاقائی، گروہی یا اجتماعی مسائل پر اظہار کیا جاتا ہے
- ایسے خطوط جن میں قومی و ملکی مسائل پر بات کی جاتی ہے
- ایسے مکتوبات جو مکتوبات کے جواب میں لکھے جاتے ہیں جن کی تائید یا تردید ہوتی ہے
- ایسے مکتوبات جن میں مدد کی اپیل کی جاتی ہے۔(۲۱)

ڈاکٹر مسکین حجازی نے اس کتاب میں مختلف اخبارات کے خطوط اور مراسلوں کا مطالعہ کیا ہے۔مکتوب اور مراسلہ میں فرق کو واضح کیا ہے۔اسی طرح مکتوب اور خبر میں کیا فرق ہے، مکتوب اور فیچر، مکتوب اور کالم، کے ساتھ مکتوب یا رپورتاژ میں کیا تفریق ہے اُسے واضح کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

> ''خبری مکتوب سو فی صد رپورتاژ نہیں لیکن رپورتاژ کے بہت قریب ہے یا اسے رپورتاژ کے قریب ہونا چاہیے۔رپورتاژ ایسے رپورٹ کو کہتے ہیں جس میں لکھنے والے کے محسوسات اور تاثرات بھی شامل ہیں۔یہ ایک ادبی صنف بھی ہے۔سفر نامے عموماً رپورتاژ کی ذیل میں آتے ہیں۔''(۲۲)

کتاب کے آخر میں مکتوب نگار اور مکتوب نگاری کے اوصاف کو بیان کیا ہے۔ مکتوب نگاری کے حوالے سے ڈاکٹر مسکین حجازی کی یہ کاوش اولین حیثیت رکھتی ہے لیکن اس میں انھوں نے سطحی نوعیت کا جائزہ لیا ہے لیکن صحافتی نقطۂ نظر سے اور نصابی ضرورت کے تحت تخلیق کی گئی اس کتاب کے بارے میں جمیل جالبی لکھتے ہیں:

> ''کتاب کے مصنف جناب ڈاکٹر مسکین علی حجازی، پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ ابلاغیات کے چیئر مین ہیں اور ایک طویل عرصے سے تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔اس کتاب میں انھوں نے نہ صرف طلبا کی نصابی ضرورت کو مدِ نظر رکھا ہے بل کہ تحقیقی پہلو پر زور دے کر اسے حوالے کی کتاب بنانے کی بھی پوری کوشش کی ہے۔''(۲۳)

ڈاکٹر مسکین حجازی کی یہ کتاب اُردو خطوط پر لکھی گئی تحقیقی کاوشوں میں صحافتی معلومات کے ساتھ ساتھ تحقیقی معلومات بھی بہم پہنچاتی ہے۔آزادی کے بعد اُردو خطوط پر لکھی گئی یہ کتاب ایک مستند درجے کی حامل ہے۔

''اُردو میں ادبی خط نگاری کی روایت اور غالب'' ڈاکٹر بیگم نیلوفر احمد کی یہ کتاب پہلی بار ۲۰۰۷ء میں دریاگنج، نئی دہلی سے شائع ہوئی۔ یہ کتاب دراصل ڈاکٹر نیلوفر بیگم کا پی ایچ۔ڈی کا مقالہ ہے۔اُردو میں مکتوب نگاری کی روایت، فن اور تاریخ پر ایک اہم کتاب ہے۔ڈاکٹر نیلوفر بیگم نے اس کتاب کو مندرجہ ذیل ابواب میں تقسیم کیا ہے:

باب اول: خط نگاری کا فن — باب دوم: خط نگاری کی اہمیت

باب سوم: خط نگاری کی تاریخ — باب چہارم: اُردو نثر کی تاریخ اور ارتقا

باب پنجم: اُردو خط نگاری: غالب سے پہلے اور غالب کے بعد

باب ششم: غالب بہ حیثیت خط نگار — باب ہفتم: خطوطِ غالب کی ادبی خصوصیات

خط نگاری کے فن کے حوالے سے ڈاکٹر نیلوفر نے لغات، انسائیکلوپیڈیا اور دیگر کتب سے استفادہ کیا ہے اور خط نگاری کے فن کے حوالے سے چند خصوصی نکات پیش کیے ہیں:

- خطوں کے ذریعے دعوتِ دین واشاعت کا کام لیا گیا ہے
- تجارتی اغراض ومقاصد کی تکمیل کی گئی ہے
- دفتری امور کی انجام دہی میں خطوط اہم کردار ادا کرتے ہیں
- خطوط بے گناہوں کو تختہ دار سے چھڑانے میں بھی کام یاب ہوتے ہیں اور کبھی کبھی گناہ گاروں کو، مجرموں کو سزا دلانے میں بھی مددگار ثابت ہوتے ہیں
- پیغام محبت ہو یا کوئی اور پیغام اس صنفِ ادب کے سہارے ہی پہنچایا جا سکتا ہے
- خطوط خلوت وجلوت کے مسائل کا حل بتاتے ہیں
- خطوط کی عبارتیں سند بن جاتی ہیں۔(۲۴)

انسانی زندگی میں خط نگاری کس قدر اہم ہے اس نکتے کے پیش نظر خطوط کی ادبی، سوانحی اور تاریخی اہمیت پر اہل قلم کے موقف کی نشان دہی کی اور ساتھ اپنے تاثرات بھی دوسرے باب میں قلم بند

کیے ہیں۔ڈاکٹر بیگم نیلو فر نے تحقیقی انداز میں اور مختصراًان مباحث کو پیش کیا ہے۔ خطوط کی ادبی اہمیت کے حوالے سے لکھتی ہیں:

''خطوط سے علمی و ادبی معلومات کی فراوانی ہو جاتی ہے۔اکابرین ومشاہیر کے خطوط کی اہمیت کی ایک بڑی بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ ان میں ادبی مواد بہ کثرت موجود ہوتا ہے، جوادیب، فن کار یا شاعر کو صحیح مرتبے تک پہنچانے میں مدد گار ثابت ہوتا ہے۔''(۲۵)

ڈاکٹر بیگم نیلو فر نے خطوط کی اہمیت، ادبی، سوانحی اور تاریخی حوالوں سے پیش کی ہے اور زیادہ تر اہلِ قلم کی آرا سے استفادہ کیا ہے اور انھیں حوالوں میں پیش بھی کیا ہے۔خط کی تاریخ میں خط نگاری کی تاریخ کا عالمی سطح کا جائزہ لیا ہے اور زمانہ قدیم میں کس طرح خط تحریر کیے جاتے تھے، جیسے موضوع پر مفصل روشنی ڈالی ہے۔ مصر و فلسطین کی خط نگاری، یونان و روم کی خط نگاری، اہلِ عرب کی خط نگاری، اہل فارس کی خط نگاری، اور آخر میں انگلستان میں خط نگاری کا آغاز وارتقاپر تحقیقی حوالوں سے روشنی ڈالی ہے اور خط نگاری کی ایک باقاعدہ تاریخ مرتب کی ہے لیکن اختصار سے کام لیا ہے۔ڈاکٹر بیگم نیلو فر نے زیادہ تر اقتباس پیش کیے ہیں کوئی خاطر خواہ نتیجہ خود اخذ نہیں کیا ہے لیکن خط نگاری کی تاریخی حیثیت سے یہ ایک اہم تحقیقی کام ہے۔زمانہ قدیم میں خط کس طرح تحریر کیا جاتا تھا اور اولین خط کون سا ہے اس حوالے سے یوں لکھتی ہیں:

''غالباًسب سے پہلا خط عبرانی زبان میں تحریر کیا گیا جو ملکہ سبا کے نام ارسال کیا گیا تھا، وہ مختصر، با معنی اور تبلیغی تھا اور جس کی بہ دولت ملکہ سبا(بلقیس) مشرف بہ اسلام ہوئی تھیں۔ ملکہ سبا کا ذکر مورخین اپنی اپنی تصانیف میں کرتے آئے ہیں۔یہ خط ہدہد کے ذریعے ارسال کیا گیا تھا۔ کلام پاک میں خطِ مذکورہ کا ذکر موجود ہے۔''(۲۶)

اسی طرح یونان وروم کے حوالے سے لکھتی ہیں:

''قدیم یونانی نہ صرف فنِ خط نگاری سے مکمل واقفیت رکھتے تھے بل کہ اس سے دل چسپی اور شوق بھی رکھتے تھے۔''(۲۷)

ڈاکٹر بیگم نیلو فر نے خط نگاری کی تاریخ میں مدلل اور ٹھوس انداز اختیار کیا اور نام ور مورخین اور ادبا کے اقتباس پیش کیے ہیں جو ان کے تحقیقی انداز پر دال ہیں۔

''اُردو خط نگاری غالب سے پہلے اور غالب کے بعد'' کے عنوان سے کتاب کا پانچواں باب ہے جس میں اُردو خط نگاری کی تحقیق میں ڈاکٹر نیلو فر نے روشن اضافے کیے ہیں اور بہت سی معلومات کو

ٹھوس دلائل کے ساتھ تحقیقی انداز میں پیش کیا ہے۔انھوں نے اُردو خط نگاری کے آغاز پر روشنی ڈالتے ہوئے اُردو کے چند نادر ابتدائی خطوط سے بھی متعارف کروایا ہے۔اُردو کے اولین خط کے بارے میں لکھتی ہیں:

''یہ خط حویلی نواب واثق علی خان بہ مقام کولوٹولہ سے ۱۰/ جنوری ۱۸۱۰ء کو لکھا گیا ہے۔یہ اُردو کے ابتدائی خطوں میں اولیت کا درجہ رکھتا ہے اور اسے اُردو کا پہلا خط کہنا مناسب ہوگا۔اس کے مکتوب الیہ کا نام خط میں درج نہیں۔''(۲۸)

اُردو میں ادبی خط نگاری کے پیش نظر غالب کے ہم عصر ادیبوں کی خط نگاری کا بھی احاطہ کیا ہے اور بعض مشاہیر ادب کی خط نگاری کی ادبی اہمیت پر بھی روشنی ڈالی ہے۔خط نگاری کی تحقیق کے حوالے سے ڈاکٹر بیگم نیلوفر کی یہ کاوش اہم ہے۔پروفیسر یونس اگاسکر اس حوالے سے لکھتے ہیں:

''اُردو میں یہ مکتوب نگاری اور غالب کی خط نگاری کے ادبی پہلوؤں پر لکھا گیا یہ تحقیقی مقالہ مسلمہ حقائق کی باز ترتیب کے علاوہ بعض کم معروف بل کہ فراموش کردہ حقائق کی بازیافت اور چند نئے گوشوں کی نقاب کشائی بھی کرتا ہے اس میں ادعائیت سے زیادہ تحقیقی متانت اور سنجیدگی پائی جاتی ہے۔''(۲۹)

ڈاکٹر نیلوفر بیگم نے تحقیقی معیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے اُردو خطوط نگاری پر جو تحقیقی کاوش پیش کی ہے، آزادی کے بعد اُردو خطوط پر کی جانے والی کاوشوں میں نمایاں ہے۔مصنفہ نے اپنے موضوع کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے خطوط نگاری کے نقوش کی توضیح کی ہے۔

اردو خطوط کی اہمیت کا ہر ادبی شخصیت نے بھرپور اظہار کیا ہے، لیکن دوسری جانب دیکھا جائے تو اردو محققین نے خطوط نگاری کے ساتھ بڑی بے اعتنائی برتی ہے۔ایک طرف خطوط ادب کا نادر سرمایہ ہیں تو دوسری طرف اُردو تحقیق کی مایوس کن صورت بہت گراں گزرتی ہے۔اردو خطوط کے بہت سے زاویے اور پہلو ابھی تک تحقیق کی نظروں سے اوجھل ہیں۔اردو خطوط کو تحقیق کی کسوٹی پر پرکھا ہی نہیں گیا۔اردو خطوط کے مباحث، رجحانات، اسلوب اور دیگر بہت سے پہلو ہیں جو ابھی تشنہء تحقیق ہیں۔انفرادی شخصیات کے خطوط سے آگے ادبی خطوط نگاری کو اجتماعی حوالوں سے تحقیق کا موضوع نہیں بنایا گیا۔

آزادی سے قبل اور آزادی کے بعد بھی اُردو مکتوب نگاری پر تحقیقی کاوشوں پر نظر دوڑائی جائے تو بہت حیرانی ہوتی ہے کہ اُردو ادب میں خطوط کا ایک ذخیرہ موجود ہے۔ علمی و ادبی شخصیات نے اُردو خطوط کے دامن کو وسعت دی ہے، لیکن دوسری طرف صورت حال اتنی ہی خوف ناک ہے کہ چند ابتدائی اور معلوماتی نوعیت کی کاوشوں کے علاوہ اُردو مکتوب نگاری پر کام نہ ہونے کے مترادف ہے۔

☆☆☆☆☆

## حوالے


(۱) عبداللہ خان خویشگی، فرہنگ عامرہ، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، طبع دوم، ۲۰۰۷ء، ص۲۳۸

(۲) وارث سرہندی، (مؤلف) علمی اُردو لغت، لاہور، علمی کتب خانہ، ۱۹۷۶ء، ص۶۷۶

(۳) سید احمد دہلوی، (مؤلف) فرہنگ آصفیہ، لاہور، مطبع، رفاہ عام پریس، جلد دوم، ۱۹۰۸ء، ص۱۹۹

(۴) محمد طفیل، ایڈیٹر، اُردو خطوط، سید عبداللہ، نقوش کا مکاتیب نمبر، لاہور، ۱۹۵۷ء، ص۱۸

(۵) ڈاکٹر بیگم نیلوفر احمد، اُردو میں ادبی خط نگاری کی روایت اور غالب، موڈرن پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، ۲۰۰۷ء، ص۶۸

(۶) مالک رام، اُردو کے منفرد مکتوب نگار، مشمولہ ''نقوش''، خطوط نمبر، جلد اول، اپریل ۱۹۶۸ء، ادارہ فروغ اُردو لاہور، ص۳۹

(۷) انور سدید، خطوط کے آئینے میں، لاہور، مقبول اکیڈمی، ۲۰۰۷ء، ص۴۰

(۸) سید عابد حسین عابد، دیباچہ، اُردو خطوط، شمس الرحمن، کتابی دنیا لمیٹڈ دہلی، جولائی ۱۹۴۷ء، ص۴

(۹) ایضاً، ص۱۲

(۱۰) شمس الرحمن، اُردو خطوط، ص۱۴ (۱۱) ایضاً، ص۱۶

(۱۲) ایضاً، ص۲۳ (۱۳) ایضاً، ص۱۵۱تا۵۲

(۱۴) ایضاً، ص۱۹۴تا۱۹۵

(۱۵) وزیر آغا کے خطوط انور سدید کے نام، مرتبہ انور سدید، لاہور، مکتبہ فکر و خیال، ۱۹۸۵ء، ص۹

(۱۶) ایضاً، ص۱۲ (۱۷) ایضاً، ص۱۷

(۱۸) ایضاً، ص۲۵ (۱۹) ایضاً، ص۲۸

(۲۰) ڈاکٹر مسکین علی حجازی، مکتوب نگاری، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۹ء، ص۳۱، ۳۲

(۲۱) ایضاً، ص۴۲، ۴۱

(۲۲) ڈاکٹر مسکین علی حجازی، مکتوب نگاری، ص۹۵،

(۲۳) ڈاکٹر جمیل جالبی، پیش لفظ، مکتوب نگاری، ص۳

(۲۴) ڈاکٹر بیگم نیلوفر، اُردو میں ادبی خط نگاری کی روایت اور غالب، نئی دہلی، دریا گنج، ۲۰۰۷ء، ص۱۸

(۲۵) ایضاً، ص۲۴

(۲۶) ایضاً، ص۳۴

(۲۷) ایضاً، ص۳۵

(۲۸) ایضاً، ص۶۸

(۲۹) پروفیسر یونس اگاسکر، پیش لفظ، اُردو میں ادبی خط نگاری کی روایت اور غالب، ص۸

❖ ❖ ❖